سیرت وسوانح | (قسط نمبر ۳)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ

——— نصرت علی اثیر

تفسیرِ قرآن اور عبداللہ بن مبارکؒ

حضرت عبداللہ بن مبارک کی شخصیت علم وعمل کے اعتبار سے ایک مثالی زندگی تھی۔ آپ کو حدیث، عربی، ادب، تاریخ اور لغت پر مکمل عبور تھا اور اس کے ساتھ آپ کی زندگی میں ورع، تقویٰ، دیانتداری، خوفِ آخرت اور زہد وعبادت بھی کمال درجے کی تھی۔ جیساکہ آپ کی وفات کے بعد جب آپ کے معاصرین میں سے کچھ اکٹھے ہوئے اور آپ کی خوبیاں گننے لگے تو انہوں نے بالاتفاق کہا:

"اجمع العلم والفقه والادب والنحو واللغة والزهد والشعر والفصاحة والورع والانصاف وقيام الليل والعبادة والسلامة فى رايه وقلة الكلام فيما لا يعنيه وقلة الخلاف على اصحابه [۲۴۷]	یعنی آپ علم، فقہ، ادب، نحو، لغت زہد، شعر، فصاحت، ورع، انصاف تہجد گزاری اور عبادت، صحتِ فکری، غیر ضروری باتوں میں کم بولنا اور اپنے احباب سے کم اختلاف کرنے کی جملہ خصوصیات کے جامع تھے۔

اسی طرح عباس ابن مصعب فرماتے ہیں۔ [۲۴۸]

"جمع ابن المبارک الحدیث	حضرت عبداللہ بن مبارک نے حدیث

---

[۲۴۷] قرشی : جواہر المضیہ : ۱ : ۲۸۱ مطبوعہ ہند ۱۳۳۲ھ

[۲۴۸] ذہبی : تذکرۃ الحفاظ : ۱ : ۲۵۳

والفقه والعربيه و	حدیث، عربی، تاریخ، شجاعت،
ایام الناس والشجاعة	والسخا اور مختلف گروہوں کی آپ
والسخا ومحبة والفرق	سے محبت جیسی خصوصیات کو اپنی شخصیت
له ‘‘	کے اندر باہم جمع کر دیا تھا۔

عمر رضا کحالہ آپ کی حیثیت کی تشریح یوں کرتے ہیں : [۲۴۹]

’’ عبداللہ بن مبارک بن واضح الحنظلی المروزی.... ایک عالم فقیہہ، محدّث، مفسّر، مورّخ، نحوی، لغوی اور صوفی تھے۔ ‘‘

مندرجہ بالا اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کمالات اور ضروری خصوصیات جو ایک مفسّر کے لیے ضروری ہو سکتی ہیں۔ آپ کی شخصیت میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ داؤدی نے اپنی کتاب ’’ طبقات المفسّرین ‘‘ میں آپ کو ثقہ، معتبر، فقیہہ، جیّد عالم اور مجاہد جس میں بھلائی کی جملہ خوبیاں پائی جاتی ہیں، کے اوصاف سے متصف کرتے ہوئے مفسّرین میں شمار کیا ہے۔ [۲۵۰] آپ نے ایک تفسیر لکھی جس کا ذکر کئی اہلِ تذکرہ نے کیا ہے۔ اس کا ذکر بعد میں آپ کی تصنیفات کے ضمن میں بھی آئے گا۔ یہ تفسیر آج کل مفقود ہے۔ اس لیے اس کی ترتیب و تدوین کے بارے میں کچھ پتہ نہیں لگتا۔ اہلِ تذکرہ نے بھی اس کی تفصیلی صورت پیش نہیں کی۔ لیکن آپ کے علم کی وسعت اور گراں قدر تصنیفی کمالات کے پیشِ نظر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں ایک تفسیر کی جملہ خصوصیات ضرور پائی جاتی ہوں گی۔ علاوہ ازیں آپ کے کئی تفسیری اقوال تفسیر ابن ابی شیبہ اور دیگر مفسّرین کی تفاسیر میں بکھرے ملتے ہیں۔

علومِ حدیث اور عبداللہ بن مبارکؒ

حضرت عبداللہ بن مبارک ایک جیّد محدّث تھے۔ آپ کو باقی علوم کی نسبت علمِ حدیث سے زیادہ وابستہ خیال کیا جاتا ہے۔ آپ نے صحابہ کرام رضہ اور تابعین عظّام کی کتب کو

---

[۲۴۹] کحالہ : معجم المؤلفین : ۶ : ۱۰۶

[۲۵۰] الداودی : طبقات المفسّرین : ۱ : ۲۴۴ مطبوعہ شام ۱۳۹۲ھ

جمع کرکے اپنے گھر میں ایک بہت بڑا کتب خانہ بنا لیا تھا اور انہی کتب میں دن رات گم رہتے۔ سوائے اوقاتِ نماز کے گھر سے باہر نہ نکلتے۔ اِس پر بعض احباب معترض ہوئے تو آپ نے کہا کہ مَیں صحابۂ کرام رضؓ اور تابعین کی صحبت میں چلا جاتا ہوں۔ احباب نے حیرانگی سے پوچھا کہ ان کی صحبت میں کیسے؟ آپ نے فرمایا، مَیں گھر جا کر ان کی کتب میں غور و خوض کرکے اپنے ماحول کے پیدا شدہ مسائل اور ان کے حل تلاش کرنے میں لگا رہتا ہوں۔ یہ آپ کا پہلا مرحلہ تھا جس میں آپ نے کتب خرید کر گھر میں جمع کیں اور ان کا مطالعہ کیا۔ روایات میں آتا ہے کہ لہو و لعب کی زندگی سے جب پلٹے تو والد ماجد نے پچاس ہزار درہم دیئے کہ تجارت کریں۔ لیکن آپ نے وہ ساری رقوم حدیث کی کتابوں کے خریدنے میں لگا دی۔ اس کے بعد آپ نے طویل سفر کیے جس میں تجارت اور جہاد کے سفر بھی تھے۔ لیکن سب سے زیادہ آپ کے سفر طلبِ علم حدیث کے تھے۔

احمد بن حنبل رحؒ فرماتے ہیں۔ [۲۵۱]

" لم یکن فی زمانہ اطلب	آپ کے دورِ زندگی میں آپ سے
للعلم منہ جمع امرا	بڑھ کر کوئی طالبِ علم نہیں تھا۔
عظیماً وکان رجلا	آپ نے علم کا بہت بڑا سرمایہ
صاحب حدیث حافظا	اکٹھا کیا۔ آپ صاحبِ حدیث تھے
وکان یحدث من	اور حافظ تھے۔ آپ کتاب سے
کتاب " ۔	حدیث کی روایت کیا کرتے تھے۔

شعبہ فرمایا کرتے تھے [۲۵۲]

" ماقدم علینا مثلہ	ہمارے پاس ان جیسا کوئی نہیں آیا۔

ابواسامہ فرماتے تھے [۲۵۳]

" مارایت اطلب العلم
من ابن المبارک "

۲۵۱ھ ابن العماد الحنبلی : شذرات الذہب : ۱ : ۲۹۵

۲۵۲ھ ایضاً

۲۵۳ھ عبدالحئی لکھنوی : فوائد البہیہ : ۱۰۳ : مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ

اسود بن سالم فرماتے ہیں ۲۵۴ھ

کان ابن المبارک امام یقتدی بہ وھو من اثبت الناس فی السنۃ ۔	حضرت عبد اللہ بن مبارک قابل اقتدار امام تھے۔ اور آپ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں دوسرے لوگوں کے سے سب سے زیادہ سند مانے جاتے تھے۔

ابنِ سعد لکھتے ہیں ۲۵۵ھ

کان ثقۃ ماھونا حجۃ کثیر الحدیث	آپ ثقہ قابلِ اعتبار اور کثیر الحدیث تھے ۔

مندرجہ بالا روایات کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ آپ علوم حدیث سے کس حد تک وابستہ تھے۔ آپ نے حدیث کی تلاش وتحصیل میں کیا کیا جتن کیے۔ اور پھر اس حدیث کی جانچ اور روایت میں آپ کے پیمانے کون سے تھے۔ ذیل میں علوم حدیث اور آپ کی شخصیت کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

حفظِ حدیث

حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ پر اللہ تعالےٰ نے جو گراں بہا نعمتیں نچھاور کی تھیں ان میں سے ایک حافظہ تھا۔ آپ جو چیز سُن لیتے فوراً یاد ہوجاتی اور پھر اسے ہمیشہ یاد رکھتے لیکن اس پائے کے حافظہ کے باوجود آپ علم کو کتابی صورت میں رکھتے اور پڑھاتے۔

امام احمد بن حنبل رح فرماتے ہیں :۔

ماکان احد اقل سقطا منہ کان رجلا صاحب حدیث حافظ وکان یحدث من کتاب ۲۵۶ھ	آپ سے بڑھ کر کوئی کم چھوڑنے والا نہیں تھا۔ آپ صاحبِ حدیث حافظ تھے۔ آپ کتاب کو دیکھ کر حدیث بیان کرتے۔

۲۵۴ھ نووی : تہذیب الاسماء واللغات : ۱ : ۲۸۵ : مطبوعہ دمشق

۲۵۵ھ ابنِ سعد : طبقات الکبریٰ : ۷ : ۳۷۲ : مطبوعہ بیروت ۱۳۷۷ھ

۲۵۶ھ ابنِ حجر : تہذیب التہذیب : ۵ : ۳۸۴ : دائرہ معارف نظامیہ دکن ہند ۱۳۲۶

اسی طرح حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں [۲۵۷]

"کان موصوفا بالحفظ" یعنی آپ حافظ سے متصف تھے۔

ابراہیم بن عبداللہ بن جنید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ یحیٰی بن معین سے ایک آدمی نے کہا کہ عبداللہ بن مبارک حافظ نہیں تھے۔ تو حضرت یحیٰی بن معین فرمانے لگے:

کان عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ کیساً مستثبتاً" ثقۃ، کان عالماً صحیح الحدیث وکانت کتبہ التی حدث بہا عشرین الفاً او واحداً و عشرین الفاً [۲۵۸]	یعنی حضرت عبداللہ بن مبارک ایک ذکی، مسلّم ثبت الرائے اور ثقہ تھے آپ صحیح الحدیث عالم تھے۔ وہ کتابیں جن سے آپ نے حدیث بیان کی ان کی تعداد بیس ہزار یا اکیس ہزار تھی۔

ذہبی لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن مبارک بن واضح الامام الحافظ، العلام شیخ الاسلام فخر المجاہدین و قدوۃ الزاہدین [۲۵۹]	عبداللہ بن مبارک (جو) امام، حافظ، علّامہ، شیخ الاسلام فخر المجاہدین اور قدوۃ الزاہدین (ہیں)۔

آپ کے گھر میں ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ سارا سارا دن اور رات انہی کے مطالعہ میں گم رہتے۔ والد ماجد کو یہ دیکھ کر بڑا غصہ ہوئے۔ آپ نے حضرت عبداللہ سے کہا کہ یہ ذخیرہ کتب، اگر یہی حالت رہی تو جلادوں گا۔ حضرت عبداللہ نے جواب دیا۔ "ابا جان! یہ تو جلا کے ختم کر لوگے۔ لیکن وہ علم جو میرے سینے میں محفوظ

---

[۲۵۷] ابن کثیر : البدایہ والنہایہ : ۱۰ : ۱۷۷ : مطبوعہ بیروت ۱۹۶۶ء

[۲۵۸] خطیب بغدادی : تاریخ بغداد : ۱۰ : ۱۶۴ : مطبوعہ مصر ۱۹۳۱ء

[۲۵۹] ذہبی : تذکرۃ الحفاظ : ۱ : ۲۵۳

ہے وہ تو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ [۲۶۰]

نصر بن مساور فرماتے ہیں کہ میرے والد نے ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا کہ کیا آپ حدیث حفظ کرتے ہیں۔ آپ کا سوال سُن کر رنگ بدل گیا اور فرمایا: مَیں حدیث یاد نہیں کرتا بلکہ کتاب لے کر اس کا مطالعہ کرتا ہوں۔ جو کچھ چاہتا ہوں وہ میرے دل کے اندر پیوست ہو جاتا ہے۔ [۲۶۱]

ایک اور روایت میں آپ کے دوست صخر فرماتے ہیں کہ ہم کتاب خریدنا چاہتے تھے۔ چنانچہ مَیں اور عبداللہ بن مبارک بازار سے گزرے تو ایک آدمی خطبہ دے رہا تھا اس کا خطبہ کافی لمبا تھا۔ جب وہ خطبہ سے فارغ ہو گیا تو مجھے ابن المبارک فرمانے لگے کہ مَیں نے اسے یاد کر لیا ہے۔ ایک آدمی کو تعجب ہُوا تو اس نے سُنانے کے لیے کہا۔ آپ نے فرمایا سنو! چنانچہ آپ نے لوگوں پر ساری تقریر دہرا دی جو کہ آپ کو پوری کی پوری یاد تھی۔ [۲۶۲]

اسماعیل بن علی روایت کرتے ہیں۔ [۲۶۳]

بلغني عن ابن المبارك	ابن المبارک سے مجھے پتہ چلا کہ
انه حضر عند حماد بن	وہ حماد بن زید کے ہاں حاضر
زيد مسلماً عليه فقال	ہوئے، سلام کیا۔ حماد بن زید
اصحاب الحديث لحماد	سے حدیث پڑھنے والے طلبہ نے
بن زيد: يا ابا اسماعيل	کہا۔ ابو عبدالرحمٰن سے کہیں کہ
احدث ل ابا عبدالرحمٰن	وہ ہمیں حدیث بیان کریں تو حماد بن
ان يحدثنا؟ فقال يا ابا	زید نے کہا ابو عبدالرحمٰن آپ حدیث
عبدالرحمٰن تحدثهم	بیان کریں ان لوگوں نے خواہش کا
فانهم قد سألوني	اظہار کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن

۲۶۰ھ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد: ۱۰ : ۱۶۶ : مطبوعہ مصر ۱۹۳۱ء

۲۶۱ھ ایضاً صفحہ نمبر ۱۶۵

۲۶۲ھ ״

۲۶۳ھ ״ تاریخ بغداد ۱۰ : ۱۵۵ : مطبوعہ مصر ۱۳۴۹ھ

قال : سبحان الله یا ابا اسماعیل، احدث وانت حاضر ! قال فقال اقسمت لتفعلن - او نحوہ - قال فقال ابن المبارک خذو ، حدثنا ابو اسماعیل حماد بن زید، فما حدث بحرف الاعن حماد بن زید -	مبارک فرمانے لگے : اے ابواسماعیل سبحان اللہ آپ کی موجودگی میں حدیث بیان کروں ! حماد بن زید نے کہا کہ مَیں قسم کھاتا ہوں کہ تو حدیث بیان کرے گا - (یا اسی قسم کے الفاظ بیان کیے) کہتے ہیں پھر عبداللہ بن مبارک نے کہا تو پھر سنو ! حدثنا ابو اسماعیل حماد بن زید - اور اس طرح کسی حدیث کا کوئی حرف بھی نہ بیان کیا مگر حماد بن زید کی سند سے

روایت بالا سے جہاں آپ کا حماد بن زید کے لیے احترام ظاہر ہوتا ہے اور اس کے ساتھ آپ کی حدیث سے وابستگی جس کی وجہ سے انہوں نے مطالبہ کیا کہ وہ حدیث بیان کریں جبکہ ان کے اپنے استاد موجود تھے - وہاں آپ کے حافظہ کا بھی کھُلا ثبوت ملتا ہے کہ آپ نے حماد بن زید کی سند سے ان کی موجودگی میں کئی احادیث بیان کیں اور کسی قسم کی سند سے یا حدیث کے الفاظ میں کوئی غلطی نہ کی -

اسی طرح حسن بن شفیق نے جب عشا کی نماز پڑھنے کے بعد مسجد کے دروازے پر کسی حدیث کے بارے استفسار کیا تو آپ اس حدیث کے بارے میں فجر کی اذان تک کھڑے بات کرتے رہے - یہ روایت جہاں آپ کی وسعت علمی ، شوق و دلجمعی کا ثبوت ہے وہاں آپ کے اس حافظہ پر دلالت کرتی ہے جس کے ساتھ آپ نے اتنے وقت تک مختلف احادیث و روایات اپنی بات چیت میں بیان کیں - یہ ظاہر ہے کہ اگر آپ حدیث کے معاملے میں جاہل ہوتے تو دیر تک بات ہوتی نہ حسن بن شفیق اتنی دیر تک آپ کی بات سُنتے رہتے - ضرور اس دوران علم میں اضافہ ہوتا رہا اور بات سند اور صحت کے ساتھ ہوتی رہی جس نے انہیں رات کے گزرنے کا احساس تک نہ ہونے دیا - آپ فرمایا کرتے تھے :

ان اول العلم النیۃ   یقیناً (علم کی تحصیل میں) سب

ثم الفهم ثم العمل
ثم الحفظ ثم النشر[۲۶۴]

نیت پھر اس کا ادراک، پھر اس پر عمل، پھر اس کا حفظ اور پھر اس کی اشاعت ہے۔

آپ کی زندگی اس قول کی تفسیر تھی۔ روایات گذشتہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ تحصیلِ علم کی نسبت اور شوق تھا جس کی وجہ سے رات دن کتابوں میں محو رہتے۔ پھر آثار و روایات پر غور کر کے اپنے حالات و واقعات کے ساتھ موازنہ کر کے اس کے صحیح اطلاق کے لیے ادراک حاصل کرتے۔ اس شدتِ لگاؤ کے بعد وہ خود بخود آپ کے قلب میں راسخ ہو جاتیں۔ جس سے وہ پھر قلب و نظر میں سما جاتیں کہ ان کے بھول لینے کا اندیشہ تک نہ ہوتا۔ اس حافظہ کے باوجود علم کی اشاعت کے لیے یہ ضروری سمجھتے کہ اسے تحریری طور پر محفوظ کر لیا جائے۔ کیونکہ حافظہ پھر بھی غیر یقینی حالات سے دوچار کر سکتا ہے۔ لیکن تحریری مواد بہر حال ثبوت کی صورت میں زیادہ قابلِ یقین ہوتا ہے۔ انہی کتابوں کو زیادہ سے زیادہ دُور تک پھیلا کر علم کی اشاعت میں بھی اضافہ کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے بھی تحریری مواد زیادہ مفید رہتا۔ چنانچہ آپ نے بیس یا اکیس ہزار تک کتابوں کی صورت میں علم محفوظ کیا اور انہی سے پھر آگے روایت کیا جیسا کہ امام بخاری کی ایک روایت میں یہ بات پہلے گذر چکی ہے۔

(جاری ہے)

۲۶۴ـه ابراہیم بن علی ابن فرحون المدنی : دیباج المذہب : ۱۳۱ : مطبوعہ قاہرہ سنہ ۱۳۲۲ھ

بقیہ : اسلام میں مقاصد تعلیم

دوم - نصاب تعلیم و تربیت میں کتاب و سنت کی تعلیمات کو مرکزی و محوری حیثیت دی جائے انہیں مغربی فکر و فلسفہ کی ذیل کی حیثیت حاصل نہ ہو۔

سوم - تربیتِ اساتذہ پر مامور معلّمین کے انتخاب میں جہاں ان کی فنی مہارت، علمی قابلیت، محنت اور جانفشانی کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے وہاں ان کے خود تزکیہ نفس پر عمل پیرا ہونے اور اسوۂ حسنہ کو عملی طور پر اپنانے کی بھی لازمی شرط قرار دی جائے۔